بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار ضروری

مجھے اس بات کو معلوم کر کے بہت افسوس ہوا ہے۔ کہ فنڈ یتامیٰ اس وقت پانچ چھ سو روپیہ کا مقروض ہے اور جہاں اس کے اخراجات دو سو روپیہ ماہوار کے قریب یا اس سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ آمدنی پچاس روپیہ ماہوار بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ اس لئے میں جماعت کے مخلصوں کو بالخصوص خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔

مذہب اسلام کے دو ہی بڑے جزو ہیں۔ ایک طاعت لِاَمْرِ اللّٰہ اور دوسرے شفقت علیٰ خلق اللّٰہ۔ اس دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور ہمارے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حدیث شریف میں یتامیٰ کی خبر گیری کے لئے سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں صدقات کا ذکر آیا ہے۔ وہاں یتامیٰ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پارہ دوم میں قرآن شریف میں فرمایا ہے وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ۔ اس آیت میں حقیقی نیکی کو انہی دو حصوں پر منقسم فرمایا ہے۔ جن میں سے پہلے حصہ میں ایمان یا طاعت لِاَمْرِ اللّٰہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں مال کے خرچ کرنے یا شفقت علیٰ خلق اللّٰہ کا حکم ہے اور انفاق فی سبیل اللہ میں ذوی القربیٰ کے بعد دوسرے درجہ پر مستحق امداد یتامیٰ کو قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کے متعلق جو تاکید فرمائی ہے۔ اس سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد۔ اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمّی یعنے مومن باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک قسم کے حکم میں ہیں۔ اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہونچے۔ تو اس کی خاطر سارا جسم تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اور پھر خصوصیت سے ان بیکس بچوں پر رحم کے لئے جنہیں یتیم کہتے ہیں۔ فرمایا انا وکافل الیتیم لہٗ ولغیرہ فی الجنۃ ھکذا۔ یعنی میں اور وہ شخص جو یتیم کی خبر گیری کرتا ہے۔ جنت میں اس طرح سے ملے ہوئے ہوں گے۔ جس طرح دو انگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں۔ ایک سچے مومن کی آرزو اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے۔ کہ نہ صرف جنت میں ہو۔ بلکہ جنت میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہو۔ اس کے لئے فرمایا۔ کہ جو یہ چاہتا ہے۔ وہ یتیم کا کفیل بن جاوے۔ خواہ وہ یتیم کوئی اس کا اپنا رشتہ دار ہو۔ یا کوئی اور ہو۔ میرے دوستو۔ تم میں سے کون ہے۔ جو یہ نہ چاہتا ہو۔ کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جنت میں ہو۔ پس تم علیحدہ علیحدہ تو یتیموں کے کفیل بن نہیں سکتے۔ اگر تم اس ثواب میں شریک ہونا چاہو۔ تو یتیم فنڈ کے لئے کچھ اپنے ذمہ لگا لو۔ خواہ وہ تھوڑی رقم ہی ہو۔ یہاں انجمن کی زیر نگرانی تمہاری قوم کے بہت سے یتیم بچے پرورش پا رہے ہیں۔ اور بہت سے ہیں۔ جن کی درخواستیں آتی ہیں۔ پس جو شخص تم میں سے جو شخص تم میں سے ان کی پرورش کے لئے چندہ دیتا ہے۔ وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کر کے یتیم فنڈ کی موجودہ حالت کو ایسا بدلنے کی کوشش کریں گے۔ کہ اس کے لئے دوبارہ مجھے کہنے کی ضرورت نہ ہو۔

(نور الدین رضؓ)

حضور لاٹ صاحب بہادر پنجاب اور ٹمپرنس ڈیپوٹیشن

امرتسر ٹمپرنس ایسوسی ایشن کی طرف سے ٹمپرنس ڈیپوٹیشن جس میں پنڈت بشن نرائن صاحب رارداان
لالہ رام سرن داس صاحب آنریری مجسٹریٹ۔
لالہ رتن چند صاحب آنریری مجسٹریٹ۔
میاں فیروز الدین صاحب آنریری مجسٹریٹ۔
دیوان امرناتھ صاحب محسن۔
پادری گلفرڈ صاحب۔
سردار کشن سنگھ صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر بی۔ این ہائی سکول۔
ماسٹر سنت سنگھ صاحب آنریری لیکچرار ٹمپرنس سوسائیٹی اور سکرٹری شامل تھے۔ رنیسٹ ہوس میں جناب ہز آنر سر لوئیس ڈین صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور انور نے ۳ بجے کے بعد شرف باریابی عطا فرمایا۔ سکرٹری ٹمپرنس سوسائیٹی نے ہر ایک کو انٹروڈیوس کرایا۔ ہز آنر نے سب سے بخندہ پیشانی مصافحہ کیا۔ لالہ رام سرن داس صاحب نے حضور انور کو ہار پہنائے پنڈت بشن نرائن صاحب نے صاحب ممدوح الشان کی اُن عنایات کا جو آپ نے فرید کوٹ دربار۔ دہلی دربار۔ آبکاری رپورٹ وغیرہ میں فرمائیں اور ٹمپرنس معاملات میں انٹرسٹ لینے کا ذکر کرنے کے بعد عرض کیا۔ کہ ہم حضور کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ آپ کے اقبال سے ٹمپرنس سوسائیٹی کو بہت تقویت حاصل ہوئی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کی عنایات سے جو زمین ٹمپرنس سوسائیٹی کو ملی ہے۔ وہاں ٹمپرنس ہال کا بنیادی پتھر حضور اپنے دست مبارک سے نصب فرمائیں حضور نے ٹمپرنس ڈیپوٹیشن کی ملاقات اور امرتسر ٹمپرنس سوسائیٹی کے کام پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور ٹمپرنس کام کی ترقی کے متعلق دریافت کیا۔ اور دوران گفتگو میں ارشاد فرمایا۔ کہ گورنمنٹ امرتسر ٹمپرنس سوسائیٹی کی امداد کرے گی۔ اور ہمیشہ امداد کرنے کے لئے تیار ہے۔ شراب خواری سے خرابی ہے۔ لائل پور میں آسودہ لوگ فصل کماد شراب بنانے کے استعمال کے واسطے بوتے ہیں۔ حضور انور نے ریورنڈ گلفرڈ صاحب سے علاقہ ترنتارن کی شراب خواری کی نسبت دریافت کیا۔ ٹمپرنس ہال کے بنیادی پتھر کے متعلق فرمایا۔ کہ ہم کو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر کتنا روپیہ جمع کیا گیا ہے۔ سکرٹری نے عرض کیا۔ کہ روپیہ ابھی تک تو جمع نہیں کیا گیا۔ البتہ اب آپ کے اقبال سے بہت جلد فراہم ہو جاوے گا دہلی دربار کے موقعہ پر ٹمپرنس ڈراما وغیرہ کے لئے جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ صرف دو تین ہفتہ میں جمع ہو گیا تھا۔ حضور انور نے فرمایا۔ کچھ روپیہ اکٹھا کر کے ہمکو خبر کرنا چاہیئے۔

سب نے حضور انور کا شکریہ ادا کیا۔ اور واپسی کے وقت ہز آنر نے ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ اور ڈیپوٹیشن کامیابی سے واپس آیا۔

نندلال
سکرٹری ٹمپرنس سوسائٹی
امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

جلد ۱۶ — نمبر ۱

الحکم

۱۴ — ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء

قادیان دارالامان

ایڈیٹر

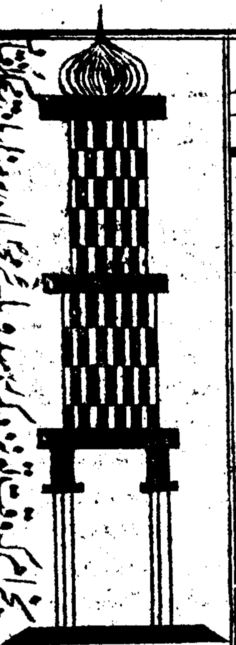
شیخ یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے	صہ/
خواص سے	عہ/
ہندوستان سے باہر	لے/
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے	ہے/ ۱۲

چہ گویم باتو گر آئی چہ ادر قادیاں بینی — دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شایع ہوتا ہے



مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و مالک و پبلشر چھپکر شائع ہوا

امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ذیل میں خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک مضمون عنوان بالا سے درج کیا جاتا ہے۔ جو دہلی کے معزز رسالہ نظام المشائخ کے رسول نمبر میں چھاپا گیا ہے۔ نظام المشائخ کا رسول نمبر ہمیشہ نہایت عمدگی اور قابلیت سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ ناظرین ضرور اسے منگوا کر دیکھیں۔ — ایڈیٹر

ترا آن است کاں باہیچکس نیست
ترا من از پئے آں مے پرستم

دنیا کے ہر ایک طبقہ یا ہر ایک حصے میں جس قدر نبی اور رسول گذر چکے ہیں۔ ان کی تعداد اگر ایک بڑی تعداد ہے اور اُن کی بعثت اور موجبات یا اسباب بعثت میں اگر فرق ہے۔ تو اُن کی حالتوں اور کیفیتوں اور خصوصیات میں بھی گونہ فرق و امتیاز ہے۔ یہ فرق صرف ان کی الہامی کتابوں اور معقولات ہی سے ثابت نہیں۔ بلکہ اُن کے طرز زندگی اور عمل زندگی کے واقعات بھی اس پر بہت کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ اسلام کا یہ اصول ہے کہ "دنیا کے ہر ایک حصے میں مختلف وقتوں پر مختلف نبی اور مختلف رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور اُن کی زندگیاں مختلف رنگ میں گذری ہیں۔ اگرچہ بعض اقطاع ملک کے نبیوں[1] کے حالات اور طرز زندگی کی بابت پوری پوری اطلاعات نہ مل سکیں۔ لیکن قرآنی اصول کے مطابق ان کی ہستی اور بعثت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ہم سب نبیوں، رسولوں اور اوتاروں یا ایسے مذہبی مقدسوں کی زندگیوں اور طرز زندگیوں کا مقابلہ کریں گے۔ تو ہمیں ایک وضاحت کے ساتھ پتہ لگ جائیگا۔ کہ ہر نبی کی زندگی اور زندگی کے واقعات یا پیمانۂ زندگی اور اغراض بعثت یا موجبات بعثت اور نشو و نما ہمیشہ کسی نہ کسی حد تک مختلف رہا ہے۔ گو تعلیمی اغراض اور تبلیغ حق کا مدار قریباً ایک ہی قسم کا تھا۔ لیکن ان امور میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ فرق رہا ہے۔ جو نشو و نما کے متعلق ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی اور کمالات زندگی اور نشو و نما کا کچھ اور طریقہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کوئی اور ہی طریقہ رکھتے تھے۔ مسیح علیہ السلام کی پیدائش اور نشو و نما کسی اور ہی صورت میں ہوا۔ سلیمانؑ۔ داؤدؑ۔ یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ کی زندگیاں کچھ اور ہی ڈھنگ رکھتی تھیں۔ ہندوستان کے مقدسوں۔ مہادیو جی۔ برہما جی۔ مہاراج کرشن جی اور سری رامچندر جی کی زندگیاں کچھ اور ہی صورت رکھتی ہیں۔ بادی النظر ہی میں معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ ان نبیوں اور اوتاروں کی زندگیوں میں کیسا بیّن فرق ہے۔

آدمؑ کی پیدائش مذہبی خیال سے ایسے طور پر ہوئی ہے۔ کہ جس کی نظیر ما بعد کے مرسلوں میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کوئی اور ہی صورت رکھتی ہے۔ موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کی زندگی اور طرز بعثت میں بہت کچھ فرق ہے۔ دوسری جانب ہندی مقدسوں کا طرز زندگی دیکھو۔ دیگر انبیاء کے ساتھ بھی اُن کا اس بارہ میں اختلاف ہے۔ درمیانی سلسلوں میں بھی صریح فرق اور اختلاف ہے۔

اس سے ثابت اور ظاہر ہے۔ کہ جو طاقت نبی کو بعثت عمل میں لاتی ہے۔ وہ خود ہی طرز زندگی، موجبات بعثت اور نشو و نمائی طریقوں میں فرق رکھ دیتی ہے۔ تاکہ امتوں پر اس اختلاف کی بھی حجت قائم ہو۔ آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام کی ولادت کا طریقہ قوموں اور امتوں پر ایک ایسا اظہار تھا۔ کہ جو ہر صورت میں ایک اعجاز شمار ہوتا ہے۔ چونکہ قدرت یا قانون قدرت درجہ بندی کا نشان ہے۔ اس واسطے نبیوں اور اوتاروں کی بھی مختلف رنگوں میں درجہ بندی ہوتی رہی ہے۔

آدمؑ اور مسیحؑ میں بسلسلہ پیدائش ایک قسم کی نصف حصہ میں مشابہت اور نسبت دکھائی گئی ہے۔ آدمؑ کا نہ باپ تھا اور نہ ماں۔ اُس کے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ماں تھی۔ اور باپ کوئی نہیں تھا۔

اسی طرح آدم علیہ السلام اور رسول عربیؐ میں یہ نسبت دکھائی گئی ہے۔ کہ جیسے آدم علیہ السلام نے کسی سے ظاہر میں تعلیم نہیں پائی۔ اسی طرح احمد عربی نے بھی بظاہر کسی سے تعلیم اور تربیت نہیں پائی۔ شروع میں بھی ایک ایسا نبی۔ ایک ایسا رسول دنیا کو دیا گیا۔ کہ جو شروع ہی سے یا فطرت ہی میں الٰہی مکتب کا باعتبار ممتاز فطنت کے تعلیم یافتہ تھا۔ جسے کسی ظاہری مادی مکتب میں بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جس کا اُستاد خود قدرت تھی۔ جس کی پاک طبیعت میں وہ تمام مصالحہ بھر دیا گیا تھا۔ کہ جو نبیانہ زندگی اور مطالب کیواسطے لازمی اور لابدی تھا۔

---

[1] ہندوستان کے نبیوں یا اوتاروں کی زندگی کے حالات یا طرز گو کسی قدر تاریکی میں ہیں۔ گو کچھ اس وجہ سے کہ تاریخ ایک مسلسل رنگ میں ان پر روشنی نہیں ڈالتی۔ کچھ اس وجہ سے کہ ان حالات میں بہت کچھ تغیر اور تبدل بھی کیا گیا ہے۔ لیکن قرآنی اصول کے مطابق اُن کے وجود یا ہستی سے ہم انکار نہیں کرسکتے۔

اگرچہ ہندوستان کے بعض مقدسوں کی زندگیاں بت پرستی کا مجموعہ بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن ہم اسے ایک تحریف واقعات قرار دیں گے۔ بانیان مذاہب کی زندگیوں میں عموماً اس قسم کے غلط واقعات کا اشتمال ہو ہی جاتا ہے۔ یہ قرآن مجید کی کشادہ خیالی اور نبی عربیؐ کی صداقت کا ثبوت ہے کہ بے تعصبی اور حق پژوہی کے خیال سے ایسے نبیوں اور ایسے اوتاروں کے دامن تقدس یا دامن نبوت سے ناپاک اور شرمناک داغوں اور دھبوں کو کمال جرأت سے دور کرتا۔ اور یہ کوشش سرسبز کرنا چاہتا ہے۔ کہ اُن کی ذات اور اُن کے تقدس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ قرآن مجید چونکہ سب سے پچھلی الٰہی یا الہامی کتاب ہے۔ اس کا فرض تھا کہ جو کچھ اس سے پہلے گذر چکا ہے اُس پر کمال دیانت اور کشادہ خیالی سے ریویو کرے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے۔ "اور کوئی شخص بشرطیکہ کشادہ خیالی اور راستبازی سے کام لے اس دعویٰ کی عظمت اور صداقت سے انکار نہیں کرسکتا"۔ کہ الہامی کتابوں میں سے صرف وہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جو کل مقدسوں کی تائید اور تصدیق کرتی ہے۔ کتنی بڑی وسعت خیالی اور حق پرستی ہے کہ "مسلمانوں سے قرآن دنیا کے کل نبیوں اور اوتاروں کی تعظیم اور تصدیق کراتا ہے اور اُن کی تکذیب اور انکار پر نہیں زور سے تنبیہہ کرتا ہے۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن کی اس سے غرض کیا ہے؟

(الف) کیا دوسرے مذاہب کو خوش کرنا۔

(ب) اُن کی خوشامد کرنا۔

(ج) اُن کا ساتھ دینا۔

ہرگز نہیں۔ اگر قرآن کا یہی مدعا تھا تو چاہیے تھا کہ اصولی امور میں دیگر فرقوں اور دیگر مذاہب سے کوئی اختلاف نہ کیا جاتا اور ان کی تردید اور تکذیب سے تمام جہان اور تمام فرقوں کو اپنا جانی دشمن بنایا جاتا۔ یہ طریق بیان یا طریق تبلیغ ثابت کر رہا ہے کہ قرآن کی غرض صرف اظہار حق تھی۔ ایک طرف قرآن جدید تبلیغ سے لوگوں سے گالیاں کھاتا ہے اور اُن کی نگاہوں میں از شرق تا غرب نشانہ بنتا ہے۔ اور دوسری طرف صاف صاف الفاظ میں اُن کے مقدسوں اور اُن کے بزرگوں کی تائید اور تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کا یہی ایک طریق اس کی صداقت کی ایک بیّن اور اٹل برہان ہے۔ حق گو، حق پژوہ کی تعریف بھی یہی ہے۔ کہ ہمیشہ خدا لگتی بات کہے۔ کسی طعن و تشنیع اور نفع و نقصان یا خوف و کراہت اور خوشی و ناخوشی کا خیال نہ ہو۔

تعجب ہے کہ اس کشادہ روئی کے صلہ میں قرآن اور اُس کے مقدس لانے والے نے دنیا اور دنیا کے بالمقابل فرقوں سے یہ صلہ پایا۔ کہ:۔

"اُسے گالیاں دیجاتی ہیں"۔

"گندے لفظوں میں اس کی تکذیب کی جاتی ہے"۔

"نعوذ باللہ۔ اُسے فریبی اور دنیا کا بندہ کہا جاتا ہے"۔

"اُس کی پاک زندگی پر شرمناک حملے کیے جاتے ہیں"۔

"اُس کے پیروان کو صلواتیں سنائی جاتی ہیں"۔

کیا اس احسان۔ اس دلیرانہ شہادت کا یہی صلہ تھا کہ جو مختلف جوانب سے اسے مل رہا ہے۔؟

آخر یہ اتفاقی بے مہری۔ احسان فراموشی کس قصور کے عوض کس گناہ کے بدلے۔ کیا اس لئے کہ گذشتہ بزرگوں کی تعریفیں کی ہیں اور اُن پر شہادت دی؟ اور ان کی زندگیوں کے دامن سے گندے اور شرمناک داغوں کو دور کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ:۔

"اُن مقدسوں کی بعثت کی غرض بھی توحید ہی تھی۔ اُن کے چال چلن

عورتوں کو وعظ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ۱۹۰۳ء میں کچھ عرصہ تک یہ التزام فرمایا تھا کہ بعد عصر عورتوں کو تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت بعض تقریریں جو بڑی محنت سے میسر آسکتی تھیں۔ میں نے شائع کردیں۔ اور بعض اس وقت تک باقی ہیں۔ ان میں سے ایک آج درج کی جاتی ہے۔ ایڈیٹر

اسلام میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں۔ کہ انہوں نے بادشاہ ہوکر فقیری اختیار کی۔ جیسے کہ ابراہیم ادہم تھے۔ جب انہوں نے بادشاہت چھوڑ دی۔ تو ایک باغ میں مالی کی نوکری کرلی ایک دن اُس باغ کا مالک آیا۔ جو کہ اُس ملک کا بادشاہ تھا اور کہا کہ میٹھا انار لاؤ۔ جب ابراہیم ادہم انار لائے۔ تو کھانے پر وہ ترش نکلا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو کھٹا ہے۔ میٹھا انار لاؤ۔ وہ پھر دوبارہ لائے۔ تو وہ بھی کھٹا ہی نکلا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ تم میٹھا انار کیوں نہیں لاتے۔ ابراہیم ادہم نے کہا۔ کہ مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ میٹھا کون ہے اور کھٹا کون بادشاہ نے کہا کہ تو باغ میں رہکر کبھی کھاتا نہیں ہے۔ ایسا پرہیزگار تو ہم نے ابراہیم ادہم کو سُنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ تو وہی ہے۔ اسی طرح آپؒ ایک دفعہ سفر کو جارہے تھے۔ ایک راہب آپکے ہمسفر تھا۔ جب بھوک پر سات دن گذر گئے۔ تو راہب نے کہا کہ آپؒ دعا کریں کہ ہم کو کھانا ملے۔ ابراہیم ادہم نے دعا کی۔ اور کھانا آیا اور دونوں نے کھا لیا۔ جب سات دن پھر گذر گئے۔ اور وہی وقت آیا۔ تو ابراہیم ادہم نے راہب کو کہا۔ کہ اب تم دعا کرو۔ کہ کھانا آوے۔ راہب نے بھی دعا کی اور اُسی طرح کھانا آگیا۔ مگر اس وقت ابراہیم ادہم پر وہ وقت تاریک و تار ہوگیا۔ اور دل میں کہا کہ اگر دوسرے دین بھی سچے ہیں۔ تو پھر خدا کا قول کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے۔ اگر میری دعا بھی قبول ہوگئی اور راہب کی بھی۔ تو پھر دونوں مذہبوں میں کیا فرق ہوا (راہب عیسائی مذہب کا تھا۔) راہب سے انہوں نے اس کا باعث پوچھا۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ جب تم نے مجھ سے دعا کے لئے کہا۔ تو مجھ پر زمانہ تاریک ہوگیا۔ اور میں نے دعا کی یا آلٰہی! اگر دین اسلام سچا ہے۔ تو اس کے طفیل اس وقت میری آبرو رکھ لے اور ایک رکابی کھانے کی ابراہیم کے واسطے بھیجے۔ اور اگر ابراہیم سچا ہے تو اس کے طفیل سے ایک اور کھانے کی رکابی میرے واسطے بھیجے پس میری اس اضطرار کی دعا کو خدا نے قبول فرمایا اور ہم تم نے کھانا کھایا۔ پس اب اس سے انسان کو دیکھنا چاہئے کہ یہ کیسا کھلا نشان خدا تعالےٰ نے اُن کو دکھایا۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ خدا پہلے زمانوں میں ایسے نشانات دکھایا کرتا تھا۔ اب نہیں۔ خدا میں وہی طاقت اب بھی موجود ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی اُسی طرح ظاہر ہے۔ اس وقت بھی مذہبوں کا مقابلہ آکر پڑا اور عیسائی اور آریہ مذہب ہمارے دین اسلام کے مقابلہ پر نکلے۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری آتھم اور آریوں کی طرف سے لیکھرام نکلا۔ ہم نے یہ پیشگوئی کی کہ جس کا دین سچا ہے۔ وہ زندہ رہیگا اور جس کا دین جھوٹا ہے۔ وہ اول مرجاویگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ تو مرگئے اور ہم بفضل خدا زندہ ہیں۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ جب تک کسی کا یہ مذہب اور پکا عقیدہ نہ ہو کہ اسلام ہی سچا دین ہے۔ اور دوسرے سب دین جھوٹے ہیں۔ تب تک وہ سچا مسلمان ہرگز ہو نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اسلام کے سوائے کوئی اور دین اختیار کریگا۔ تو وہ ہرگز نجات نہ پاویگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر عیسیٰؑ اور موسیٰؑ زندہ ہوتے۔ تو دین اسلام کی پیروی کرتے۔ اب دیکھ لو کہ ہم نے سولہ ہزار اشتہار جاری کئے۔ اور سب مذہبوں کو دعوت کی۔ کہ اگر کوئی سچا ہے تو ہم سے مقابلہ کرے۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مذہب اسلام ہی سچا ہے۔ آریوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ خدا کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ نیوگ کا مسئلہ بناکر دوسرے کی عورت حلال سمجھی ہوئی ہے۔ اور عیسائی خدا کو عادل نہیں سمجھتے۔ اُن کا حال یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ دُنیا گنہگار تھی۔ خدا کا ایک بیٹا تھا۔ اُس نے سب خلقت کے واسطے مرنا پسند کیا۔ تو جاکر نجات ہوئی اب دیکھو کہ گناہ کوئی کرتا ہے۔ اور پھانسی کوئی ملتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمہارا خدا رب العالمین ہے۔ جیسے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

یعنی کوئی خوبی نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے درمیان نہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات ہر ایک عیب سے پاک ہے۔ جسقدر عیب ہوتے ہیں اور لوگوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ وہ انسانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ رحمٰن ہے یعنی انسان کے عمل اور محنت کے بغیر اپنے انعام اُس پر کرتا ہے۔ دیکھو کہ جب سورج بنایا گیا اُس وقت آدم کہاں تھا۔ اور چاند بنایا تو ہم کہاں تھے ہندؤں نے ایسے خدا کو نہیں مانا۔ جس میں یہ صفات ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ عمل سے ہوتا ہے۔ مرد بھی عورت بھی سب اپنے اپنے عمل سے مرد عورت بنتے ہیں جتنی رحمتیں ہیں۔ وہ سب عمل سے پیدا ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی ماں کے پستان میں شیر پیدا ہوجاتا ہے اور ابھی وہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے۔ کہ اُس کی آنکھ اور کان خدا بناتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے۔ کہ رحمٰن خدا کی ایسی صفت ہے جس کے واسطے ضرورت عمل کرنے کی نہیں۔ دوسری رحمت خدا کی وہ ہے جو عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر عیسائی اس کے بھی قائل نہیں کہ عملوں سے کچھ حاصل ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مسیح نے اپنی جان دی تو تمام مخلوق بخشی گئی۔ قانون قدرت خدا تعالیٰ کا تو یہ ہے۔ کہ اگر کسی کو کوئی بیماری ہے تو جبتک اُس کا علاج نہ کیا جاوے وہ اچھا نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک بچہ بیمار ہے اُس کی ماں اگر دوا نہ کرے۔ وہ کیسے راضی ہوسکتا ہے یا اگر اپنے سر پر کوئی پتھر مارلے تو اس سے وہ بیمار کیسے اچھا ہوگا۔ یہ نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ عمل تو کیا کوئی کیا نہ جاوے اور ثواب کے مستحق بنتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے پھانسی ملنے سے نجات ہوگئی۔ ان کے ملکوں کا یہ حال ہے کہ شراب کی کثرت یہاں تک ہے کہ لندن میں اگر شراب کی دوکانیں ایک لائن میں رکھی جاویں۔ تو ستّر میل کی لمبی سڑک میں آسکتی ہیں اور زناکاری کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ شراب خود اُمّ الخبائث ہے اب اس کے مقابلہ پر دیکھو۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خودکشی نہیں کی۔ آپؐ نے دعا میں اپنا وقت بسر فرمایا۔ راتوں کو اُٹھ کر دعائیں اسقدر کی ہیں۔ کہ پاؤں سوج سوج گئے۔ اور قدم قدم پر آپؐ دعا مانگا کرتے تھے ایک پادری نے زنا کیا۔ اور جب اس کو پکڑا گیا۔ اور عدالت میں پیش ہوا تو اس سے پوچھا گیا کہ تُو تو واعظ ہے۔ پھر خود ایسا کام کیوں کیا وہ کہنے لگا۔ کہ تم ہی بتاؤ۔ کہ میں پادری ہوں۔ اور اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ ہمارے گناہ عیسےٰ کے مصلوب ہونے کی بدولت بخشے جاوینگے۔ پھر مجھ کو گناہ پر گرفتار کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جبکہ میرا ایمان یہی ہے۔ اور یہ میرا اعتقاد پختہ ہے تو پھر کیوں گناہ نہ کیا جاوے۔ دیکھو! یہ ان کا مذہب ہے اور اُس کا یہ نتیجہ ہے۔ لیکن اسلام یہ سکھاتا ہے کہ کوئی بخشا نہ جاویگا۔ جب تک پوری استقامت سے نیکی نہ کرے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اے فاطمہ تو یہ مت خیال کرنا۔ کہ میں نبی کی بیٹی ہوں میرے لئے تو بخشش ضرور ہوگی۔ تو جب تک اعمال اچھے نہ کریگی۔ کبھی بخشی نہ جاویگی۔ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْد یعنی میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہوں جیسے کسی اعمال ہوتے ہیں اُسی کا بدلہ دیتا ہوں۔ صوفی کہتے ہیں کہ موتوا قبل ان تموتوا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ حاجتیں بشریت کو دور کردو یعنی بیوی۔ بچہ کی محبت اور کھانے پینے کے جذبات کو اپنے قابو میں لاکر ایک موت اپنے اوپر وارد کرو۔ اسلام نے اس سے منع نہیں کیا۔ کہ تم عمدہ چیزیں نہ کھاؤ۔ بلکہ اس سے منع کیا ہے کہ جو دُنیا دار جو عمدہ چیزیں کھاکر خوش ہوتے ہیں۔ وہ گویا نفس کو پرورش دیکر راضی ہوتے ہیں اور حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ جو لوگ حرام کھاتے ہیں سود کھاتے ہیں۔ ان کے مُنہ میں کانٹے ہوں گے۔ اس کے مقابل پر بہشتیوں کی بابت فرمایا ہے کہ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ یعنی بہشتیوں کو نہایت ہی عمدہ عمدہ چیزیں ملینگی۔ جن کو دیکھکر کہیں گے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو ہم دُنیا میں کھاتے تھے۔ اور دوزخیوں کو کہا ہے۔ کہ زقوم یعنے تھوہر کھانے کو ملیگی۔ تو کیا جن کو تھوہر (زقوم) کھانے کو ملیگا وہ بھی کہیں گے۔ کہ ہم دُنیا میں یہ پھل کھایا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ پوشیدہ طور پر مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کو قیامت کے دن سب لذتیں میسّر ہوں گی۔ کوئی عمل اُن کا دودھ بن جائیگا۔ اور کوئی شہد کا مزہ دیگا۔ نیک اعمال کے اندر خدا نے بڑی بڑی لذات رکھی ہیں اور انہی سے سب کچھ بن سکتا ہے۔ خدا پر یقین کا حاصل ہونا سب طرح کی چیزوں کو میسر کردیتا ہے۔ دیکھو! ہمارے مقدمہ میں کرم دین نے کتنا زور لگایا۔ مقدمہ کیا وہ خارج ہوا۔ پھر نگرانی کرائی تو انجام کیا ہوا۔ میں نے اُس وقت خواب میں دیکھا۔ کہ ایک گلی تنگ ہے میں اُس میں موجود ہوں۔ ایک سانڈھ آیا اور وہ میرے پاس سے گذر گیا۔ پھر دوسرا آیا وہ بھی گذر گیا۔ جب تیسرا آیا تو میں نے کہا کہ یہ ماریگا۔ خدا نے مجھے اس وقت یہ دعا سکھلائی کہ

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

تو جب میں مقدمہ میں گیا تو تین وکیل تھے۔ دو نے تو کوئی کارروائی نہ کی۔ مگر ایک وکیل اڑ کے بیٹھ گیا۔ پھر بھی اُس سے کچھ نہ ہوسکا انسان سمجھتا ہے کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مگر وہ نہیں سمجھتا کہ روٹی جو وہ کھاتا ہے۔ یہ بھی بجز حکم خدا کے اُسے فائدہ نہیں دے سکتی۔ ہر ایک ذرہ اندر جاکر پوچھتا ہے کہ کہ الٰہی میں کیا کروں۔ اسی طرح بادشاہوں کو لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ بڑی طاقت والے ہیں۔ باقی دیکھو صفحہ ۷ کالم اول

نسبت اور اس مشابہت سے قدرت نے نبیوں کی ابتدا اور اخیر کو ایک ثابت کر کے دکھا دیا۔ اور بمصداق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ یہ حجت قائم کی کہ:

"نبی فطنت اور فطرت میں ہی نبی ہوتا ہے۔ اُسے کسی ظاہری تعلیم اور تربیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُس کی فطنت اور فطرت ہی جُدا ہوتی ہے۔ جس طرح کہتے ہیں۔ کہ شاعر پیدائشی ہوتا ہے۔ اسی طرح نبوت کا مادہ بھی فطرتی ہی ہوتا ہے۔ کوئی نہیں یہ ثابت کر سکتا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اپنی عمر یا اپنی زندگی میں کسی سے تعلیم یا تربیت پائی ہو۔ مذہبی خیالات کے رو سے اس وقت اور تھا ہی کون۔ کہ جس سے حضرت آدم علیہ السلام تعلیم اور تربیت پاتے۔ باوجود اس کے یہود اور عیسائی و اہل اسلام حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور نبوت سے انکار نہیں کرتے۔ ہر فرقہ مذکورۂ بالا اس کی تائید اور تصدیق کرتا ہے۔

اس تصدیق اور اس تائید متفقہ سے ثابت ہوا کہ کسی نبی کا اُمّی پیدا ہونا کسی ظاہری یا کسی مادّی اسکول اور تعلیم گاہ یا کسی انسان کی شاگردی میں نہ منسلک ہونا ایک خاص فضیلت اور عظمت ہے۔ مذہبی دنیا میں یہ عظمت یہ فضیلت شروع اور اخیر میں صرف دو اولوالعزم نبیوں کے حصے میں آئی:-

—(الف) بہ حصۂ حضرت آدم علیہ السلام

(ب) بہ بخرہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

گو دوسرے نبیوں اور اوتاروں کی تعلیم کی بابت کوئی ایسی تعلیم گاہ ثابت نہیں کی گئی۔ کہ جس سے یہ وثوق ثابت کیا جا سکے۔ کہ ان کی تعلیم کا کوئی خاص بندوبست کیا گیا تھا۔ سوائے ایک دو نبیوں مثل حضرت سلیمانؑ وغیرہ کے۔ لیکن ان دو نبیوں آدمؑ اور محمدؐ کے بارہ میں تو یہ فیصلہ ہے۔ کہ وہ اُمّی نبی تھے۔

گویا یہ فضیلت انہی دو بزرگواروں کے حصے میں آئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس واسطے اُمّی رکھے گئے۔ کہ وہ اس حالت میں ابوالبشر کا درجہ پائیں۔ اور آخری نبیؐ اس واسطے اپنے جدّ امجد کے نقش قدم پر لایا گیا۔ کہ وہ ابوالبشر کے نمونہ پر قدرتی تعلیم گاہ سے تعلیم پا کر ہادی ثابت ہو۔ دونوں میں یہ ایک ایسی نسبت رکھی گئی ہے۔ جو بجائے خود ایک اعجاز اور فضیلت ہے گویا نبوت کی دُنیا کا شروع اور خاتمہ ایک ہی رنگ اور ایک ہی صورت پر کیا گیا۔ اگر شروع کا نبی اُمّی تھا یعنی قدرتی تعلیم گاہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ تو آخری نبی بھی ایسا ہی پیدا کیا گیا۔ تاکہ دُنیا پر حجت رہے کہ اللہ تعالیٰ مذہبی دُنیا میں کیسے کیسے معجز نما انسان پیدا کرتا ہے۔

یہ کہنا کہ کس طرح پر کوئی انسان سوائے ظاہری قاعدہ یا ظاہری طریق کے قدرتی طور پر تعلیم پا سکتا ہے۔ ایک کمزور خیال ہے۔ انسان کی ذات میں قوت ذہنیہ متفکرہ مدبرہ وغیرہ جو رکھی گئی ہیں۔ اور جن کی ہستی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ ہر ایک قسم کی تعلیم کا ذخیرہ اور مخزن یا موجبات میں اول ہیں۔ اور ظاہری تعلیم یا ہر ایک تعلیم کا سامان مابعد اگر قدرت نے بطور خود ہر انسان کو یہ سامان دے رکھا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں قدرت بطور بعض انسانوں کے واسطے اسی نمونہ پر نبوت کی تعلیم کے سامان پیدا کرنے سے قاصر رہے۔

غور کرو اور پھر کہو کہ کیوں اس طریق تعلیم پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔

واقعات سے گو یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی باضابطہ کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ مگر اب جدید تحقیقات میں اُن کی سیاحت اور سفر سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی حد تک تعلیم پائی تھی۔

لغت میں اُم کے معنی نادر اور اصل چیز کے ہیں۔ اصل چیز یا اصل حقیقت وہی ہوتی ہے۔ کہ جس میں کسی کثر بیونت کی ضرورت نہ ہو۔ گویا جو کچھ صانع ازل اور قدرت نے اس کی ذات میں ودیعت کر دیا۔ اسی کے مطابق اس کا نشو و نما ہوتا رہا۔ اُس میں کسی دوسرے کی آمیزش نہیں، دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ایسا شخص فطنت کے اعتبار سے بھی وہ عظمت، وہ فضیلت، وہ سرمایہ، وہ مواد رکھتا تھا۔ کہ جو اُس کے فرائض منصبی اور ذمہ داریوں کے متعلق

اور ان کی زندگیوں کے واقعات میں جو لغزشیں بیان کی جاتی ہیں وہ بہتان اور کذب ہے۔

یہ باتیں ایسی تو نہ تھیں کہ اُن کا یہ تلخ صلہ دیا جاتا۔ ہاں اگر اس واسطے رسول عربی کی شان مقدس میں یہ صلواتیں سنائی جاتی ہیں کہ اُس کی زبان اُس کی تعلیم سے چند مسائل۔ چند اصول دوسروں کے خلاف پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ ایک دوسری بات اور دوسرا امر ہے۔

آؤ ہم مختصر طور پر دیکھیں کہ رسول عربی نے اپنی تعلیم اور تبلیغ اور قرآن میں دوسرے فرقوں کے مخالف کیا کچھ کہا اور کیا کچھ معاندت کی۔ قرآن اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی بڑی اخلاقی باتیں اور اصول حسب ذیل بیان کئے ہیں:-

(۱) خدا ایک ہے۔
(۲) بت پرستی باطل ہے۔
(۳) تثلیث صداقت نہیں رکھتی۔
(۴) شرک ایک بڑا گناہ ہے۔
(۵) خدا نے اپنی قدرت سے یہ دُنیا پیدا کی۔
(۶) وہ قادر مطلق ہے۔
(۷) انسان اس کی عبادت کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔
(۸) اگرچہ خدا کو انسانوں کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر انسان کا یہ فرض ہے۔
(۹) خدا کا وجود اور خدا کی ہستی مختلف طور پر موجودات سے ثابت ہے۔
(۱۰) موجودات پر غور کرنے سے خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔
(۱۱) خدا حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہے۔
(۱۲) خدا حساب کتاب لیگا۔ اور جزا و سزا اُس کے اختیار میں ہے۔
(۱۳) مرنے کے بعد انسان ایک دوسری زندگی پائے گا۔
(۱۴) انسان ایک روح رکھتا ہے۔
(۱۵) روح حادث ہے اور باقی ہے۔
(۱۶) ہر ایک کم و بیش عمل کا بدلہ ملیگا۔
(۱۷) دوزخ اور بہشت کی صورت میں بدلہ دیا جائیگا۔
(۱۸) خدا خالق اور قادر مطلق ہے۔
(۱۹) وہ قیامت یا حشر کے روز عدالت اور انصاف کریگا۔
(۲۰) وہ بخشش بھی کر سکتا ہے اور کریگا۔
(۲۱) جو جان گناہ کرے گی۔ وہی اس کی سزا بھی برداشت کرے گی۔
(۲۲) انبیاء اور اوتار بے گناہ یا معصوم تھیا۔
(۲۳) موت اور زندگی خدا کے اپنے ہاتھ میں ہے۔
(۲۴) اس کا رحم اور فضل سب پر غالب ہے۔
(۲۵) وہ ایک اعلیٰ طاقت ہے۔

گو ان نمونے کے موٹے احکام قرآنی میں سے بعض احکام مثل مسئلہ روح۔ مسئلہ ازادی۔ مسئلہ حشر۔ مسئلہ دوزخ بہشت وغیرہ کسی قدر مختلف فیہ ہوں۔ مگر نہ ایسے کہ ان کا ذکر دوسرے مذاہب میں آیا ہی نہیں۔ ان مسائل میں سے کوئی سا مسئلہ لے لیجئے۔ دوسرے مذاہب میں ضرور ہی اُس کا ذکر یا اس کی بحث ہوگی۔

چاہے وہ بحث کسی حد تک ذیل اور وضاحت میں اختلاف ہی رکھتی ہو۔ اور چاہے اس کا طریق بیان کیسا ہی الگ ہو۔ وہ کونسا مذہب ہے۔ جس میں عبادت۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ جزا و سزا اور ذکر حشر نہ ہو۔

رہی یہ بات کہ ان انکار میں گو تضاد اور اختلاف ہے۔ سو اس سے کوئی نقص تعلیمات قرآنی میں عائد نہیں ہوتا۔ عبادتی یا روحانی مسائل کے علاوہ چند ایسے مسائل بھی ہیں کہ جنہیں:-
(۱) سوسائٹی (۲) دُنیاوی زندگی (۳) معاشرت کے مسائل کہا جا سکتا ہے۔
مثلاً نکاح۔ میراث۔ خورد و نوش۔ تجارت۔ داد و ستد۔ جہاد۔ غلامی حکومت۔ عدالت وغیرہ وغیرہ۔ ان مسائل میں بیشک اختلاف ہے۔ لیکن نہ ایسا کہ ان کی ہستی دوسرے رنگ میں یا بہ مذاہب دیگر نہ پائی جاتی ہو۔ ان مسائل میں سے وہ مسائل جن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ حسب ذیل ہیں:-
(۱) کثرت ازدواج
(۲) جہاد
(۳) غلامی

اگر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو ان مسائل کی جدید بحثوں نے ان کے متعلق اعتراضات اور خدشات کو بہت کچھ نرم کر دیا ہے۔ میں ادب سے دریافت کرونگا کہ

کیا تعلیم محمدی یا تعلیم قرآنی سے پہلے دُنیا کی وہ نامور قومیں جو مذہب اور کتاب رکھتی ہیں۔ ان مسائل سے عملی رنگ میں ناآشنا تھیں؟

اور اُن سے وابستہ تھا۔

کچھ ضرورت نہ تھی کہ وہ کسی استاد۔ کسی ماسٹر کا اپنی زندگی میں محتاج ہوتا۔ یا کبھی اُسے اپنی زندگی ایسا احساس ہوتا۔ ہمارا یہ مذہب ہے کہ:۔

نبوت اور نبیانہ تبلیغ کے متعلق نبیوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے۔ وہ اُن کی فطنت اور فطرت میں ہی ودیعت ہوتا ہے۔ اُنہیں اس بارہ میں تعلیم اور تربیت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ:۔

ہر ایک انسان کا ضمیر فطرتی رنگ میں کسی حد تک اُس کا ہادی اور رہنما ہوتا ہے۔ جب ہر انسان جو نبوت کی ذمہ واری اپنی ذات میں نہیں رکھتا ہے۔ یہ سرمایہ رکھتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ اشرف۔ عظیم الشان۔ جلیل القدر انسان جس کے دوش ہمت پر تبلیغ اور ہدائت دینے کا گرا نبار جوا رکھا جاتا ہے۔ اپنے ضمیر کے اعتبار سے خصوصیت نہ رکھتا ہو۔ اور اُس کا عالیشان ممتاز ضمیر اور ضمائر سے اعلیٰ اور برتر نہ ہو۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ کیوں نبیوں اور اوتاروں کو یہ فضیلت اور برتری نہ دی جائے۔ کہ وہ پیدائش میں ہی نبوت کے جوہر رکھتے ہوں۔ اگر نبوت کا مدار نرا تعلیم پر ہی ہے۔ تو پھر سب سے اول بڑے بڑے فلاسفر اور حکیم ہی نبی ہو سکتے تھے۔ کسی فلاسفر اور کسی حکیم نے اس واسطے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کہ انہیں صرف فلسفہ کی فضیلت اور ملکہ ہی حاصل تھا۔ نبوت کے کوچہ سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ یہ ثابت ہے کہ:۔

عرب کا نبی ایک اُمّی نبیؐ تھا۔ یعنی اُس نے کہیں تعلیم نہیں پائی۔ اور وہ قدرت کے فیضان کی وجہ سے اپنے فرائض سے آشنا اور واقف تھا۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے اُسے پوری آگاہی تھی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ دُنیا کے اور دھندوں اور کاروبار میں بھی وہبی طور پر ایسا ہی ملکہ رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ اس کا ذہن مقدّس اور اس کی فطرت صاف اور مجلّیٰ واقعہ ہوئی تھی۔ اس واسطے اُس کی زندگی کا طریق عمل اور اس کی زندگی ہر ایک پہلو سے دوسروں کے واسطے ایک نمونہ تھی۔

ہم آنحضرتؐ کو ان معنوں سے اُمّی نہیں کہتے کہ وہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ انسانی اُستاد کے شاگرد نہ تھے۔ وہ قدرت کے مکتب سے تعلیم یافتہ تھے۔ اور اُن کی نبیانہ تعلیم کامل تہی۔ وہ تعلیم کہ جو فلاسفروں اور حکیموں کی تعلیم سے اعلیٰ اور برتر تھی اور اپنی ذات اور وسعت میں لاثانی اور سامیہ۔ اگر ایک انسان دوسرے انسان کو تعلیم دے سکتا ہے۔ تو کیں طرح مانا جا سکتا ہے کہ خدا اپنے طور پر تعلیم نہیں دے سکتا ہے۔ یا خدا انسانی تعلیم سے کسی کو مستغنی نہیں کر سکتا۔

قرآن کو غور سے پڑھو۔ نہ اس خیال سے کہ وہ اسلام کی کتاب ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ اُس میں کیا کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ اس سے آپ معلوم کر سکیں گے۔ کہ اُس مقدس شخص سے جسے ایک نبی اُمّی کہا جاتا ہے۔ کیا کچھ ظہور میں آیا ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں کیا کچھ کر کے دکھایا ہے۔ اُسے اپنی مبارک زندگی میں کیا کچھ مہمات اور مقابلے پیش آئے ہیں۔ اور اُن کے متعلق اس کی ہمت اس کا استقلال کس پیمانے کا رہا ہے۔

ایک اُمّی شخص جہان میں بہادری۔ شجاعت تو دکھا سکتا ہے مستقل مزاج بھی اپنے تئیں ثابت کر سکتا ہے۔ لیکن ایسی سنجیدہ تعلیم نہیں دے سکتا۔ کہ جو اُس اُمّی نبی نے ایک جرأت کے ساتھ دی ہے۔

ساری دُنیا مخالف اور بر سر پیکار۔ اور یہ بزرگ عربیؐ اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا۔ اور اپنے کام میں برابر لگا جاتا ہے۔ اور تعلیم کیا دیتا ہے:۔

"تعالوا الی کلمۃ واحدۃ"

"قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد و لم یکن لہ کفواً احد"۔

"لا تفسدوا فی الارض"

"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

"فعال لما یرید"

"علیٰ کل شئ قدیر"

"ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل و النھار لاٰیٰت لاولی الالباب"

"ربنا ما خلقت ھذا باطلا"

"ھو الذی یریکم البرق" الخ

اِن تعلیمات پر انصاف سے غور کرو کہ کیا یہ کسی ایسے شخص کی طبیعت کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ کہ جو بظاہر محض اُمّی ہو۔ جو عرب کے جنگلوں میں سے کسی دوسرے مہذب ملک میں عمر بھر نہ گیا ہو۔ جس کے ارد گرد سوائے چند زمانۂ جاہلیت کے شاعروں اور بُت پرستوں کے اور کچھ بھی نہ ہو۔

اس اُمّی نبی کی تمام تعلیمات اور تبلیغی فتوحات کا ذخیرہ غور اور توجہ کے قابل ہے۔ اس پر غور کرنے سے کوئی منصف انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ نعوذ باللہ فریبی یا دُنیا کا بندہ تھا۔ یا اُس کی تعلیم میں کوئی دھوکا تھا۔

ایک منصف مزاج تھیوسوفیکل نے اس اُمّی کی شان میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"آپ اُن لوگوں کے واسطے جو جہالت کی تاریکی میں گھرے ہوئے تھے۔ روشنی لائے"

یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ احمدِ عربیؐ کا زمانۂ بعثت اپنی نحوستوں۔ ادبار مذہبی اور بت پرستی کی بدولت ایک خاص زمانہ تھا۔ یہ آنحضرتؐ ہی کی ہمت اور استقلال تھا۔ کہ شمشیر توحید سے مقابلہ میں نکل آئے۔ کیا یہ اُس اُمّی شخص کا کام ہو سکتا ہے کہ جو یتیم حالت میں دُنیا کے سامنے آیا۔ جس کا خود اپنے ہی ملک میں کوئی حامی نہ تھا۔

اگر اس کے ساتھ خدا کا نور اور خدا کا ہاتھ نہیں تھا۔ تو وہ کس طرح کامیاب اور سرسبز ہوتا۔ وہ اکیلا اُٹھا۔ اور اب اُس کے شجر تنہائی کا ثمرہ یہ ہے۔ کہ باغ دُنیا میں اس کی امت کی تعداد تیس کروڑ تک شمار ہوتی ہے۔

ان عالمگیر مخالفتوں میں اُسؐ کی ان تھک کوششوں کا سرسبز ہونا واقعی ایک حیرتناک اعجاز ہے۔ اور پھر کتنے عرصہ میں صرف ۱۳ سو سال میں۔ غور کرو۔ اور سمجھو سوچو۔ کیا یہ کام سوائے خدا کی تائید کے بھی ہو سکتا ہے؟ کیا یہ ایک معمولی یتیم کی کوششوں کا اثر ہے؟ نہیں۔ نہیں۔ یہ اُس شاندار عظیم القدر یتیم کی مساعی کا اعجاز ہے۔ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ اور خدا کی مدد تھی۔

باوجود اس کے کہ اسلام کی حکومتیں اور دُنیاوی اقبال آجکل اپنی ہی شامتِ اعمال سے معرض زوال میں ہے۔ مگر پھر بھی اسلام چار کونٹ میں ترقی کر رہا ہے۔

یہ وہ بات ہے کہ جو دوسرے فرقوں کو نصیب نہیں۔ گویا اسلام کی پشت خالی بھی علو لیئے ہوئے ہے۔ اُس کی دُنیاوی

"وہ کونسی مذہبی قوم ہے جس میں کثرت ازدواج نہیں ہے۔ اور کس کس قوم کے بزرگوں نے عملی رنگ میں اس کا ثبوت نہیں دیا"

"اور ہزار آدمی میں سے کتنے ایسے آدمی ہیں۔ جو بہ قول مسٹر شاپن ہائیر کے باوجود ایک بیوی رکھنے کے کثرت ازدواج کے حامی نہیں ہیں"

جہاد دراصل قومی ہمدردی کا مرادف مذہبی رنگ میں ہے۔ وہ کونسی قوم ہے۔ جو قومی ہمدردی کی اپنے اپنے رنگ میں حامی نہیں ہے۔ چونکہ مسلمان جداگانہ کوئی قوم یا قومیت نہیں رکھتے۔ اس واسطے اُنہیں مذہبی رنگ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ:۔

قومی ہمدردی کا یہ پایہ اور درجہ ہے۔

اگر اپنے ملک اور اپنی قوم کے واسطے لڑنا اور مرنا جائز ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں پر اس مسئلہ کے متعلق الزام رکھا جائے۔ رہی یہ بات کہ اسلام اور قرآن نے مذہب پھیلانے کی خاطر یہ حکم دیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف صاف ارشاد کرتا ہے۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

اور اگر بعض لوگوں یا بعض سلاطین کے طریق عمل سے اس پر استشہاد کیا جاتا ہے۔ تو یہ ایک دوسری بات ہے۔ اگر ہم اسے مان بھی لیں۔ تو اُس کا بار یا اُس کا الزام نفس اسلام یا نفس قرآن پر کیسے آ سکتا ہے۔

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا۔ تو ہم بدلائل یہ ثابت کر دیتے۔ کہ جن جن مسائل پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اُن کی یہ حقیقت ہے۔ اور یہ کیفیت۔ نہ اس نیّت سے کہ کوئی ظفر جیت ہو۔ بلکہ اس نیت سے کہ مذاہب میں جو مناقشات پڑی ہوئی ہیں۔ اُن میں اس بحث سے کسی حد تک کمی ہو۔ اُس کی زمانہ کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ کہ لوگ خود بخود اس داغ بیل کی طرف آئیں گے۔ مثلاً اخبار ولایت دیکھا گیا ہے۔ کہ مسز اینی بیسنٹ صاحبہ نے ولائت میں کثرت ازدواج کی تائید میں کچھ کہا۔ بعض نے جہاد کی فلسفی پر منصفانہ رائیں دیں۔ بعض نے مثل ایک لاہوری برہمو سماج کے۔ حضرتؐ کی لائف کو صداقت کے ساتھ لکھا۔ اور صحیح واقعات پر روشنی ڈالی۔ یہ آثار کہہ رہے ہیں۔ کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آنیوالا ہے۔ کہ صحیح تاویلات کی وجہ سے اسلام کے مقابلے میں وہ پرخاش اور وہ کاوش رفتہ رفتہ کم ہوتی جاوے گی۔ جس کا اب بعض اطراف میں کسی حد تک زور و شور ہے اور جس کی وجہ سے قوموں کے درمیان بدظنیوں کے ناگوار اور دُھندلے بادل چھا رہے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے انسانیّت معرض زوال میں ہے۔

وجاہتوں کا ادبار دوسرے رنگ میں اقبال کے پیرائے میں ہے۔

اُمّی نبیؐ نے ہمیں عجز و نیاز کی بھی تعلیم دی ہے۔ اور یہ سکھایا ہے۔ کہ خدا سنتا اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہم اپنی موجودہ حالت اور موجودہ پستی کے دور ہونے کے واسطے مقبل سے گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں۔ کہ خداوند کریم ہماری قوم میں اتفاق اور صلاحیت کی جدید روح پھونکے۔ اور ہم پھر سرسبز ہوں۔ ہم میں علمی ذخائر کی کثرت ہو۔ اور ہم ہر ایک قسم کے علوم و فنون سے بھرپور ہو کر اس آزادی کے زمانہ میں کامیابی کی زندگی بسر کریں۔

ریشۂ دردِ ماغم از سوداست
مددے از بہارِ مے خواہم

سلطان احمد۔ بہاولپور (پنجاب) (نظام المشائخ)

بقیہ صفحہ ۳۔ مگر اُن کو بھی اس قدر بلائیں لگی ہوئی ہیں کہ ہر وقت دُکھ میں رہتے ہیں۔ خدا کی قدرت کے آگے کسی کی پیش نہیں جاتی حضرت امام موسیٰ رضا کو ہارون رشید نے قید کر دیا تو ایک روز ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ ایک سخت حربہ لئے کھڑا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ابھی موسیٰ رضا کو چھوڑ دے۔ اُس نے نوکر سے کہا کہ ابھی وزیر کو جا کر کہو۔ کہ جس حالت میں ہے۔ ویسے ہی چلا آوے۔ دیر نہ لگاوے۔ کپڑے پہننے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جب وزیر حاضر ہوا۔ اس وقت بادشاہ بھی خواب کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وزیر سے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے۔ وزیر نے کہا کہ مجھے کیا معلوم ہے۔ تو کہا کہ مجھے خواب آئی ہے۔ کہ ابھی موسیٰ رضا کو چھوڑ دیا جاوے ورنہ سخت حربہ سے مجھ کو مارا جاویگا۔ وزیر جب قیدخانہ میں گیا۔ تو حضرت موسیٰ رضا نے پہلے ہی فرمایا کہ ابھی میں نے پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ اے موسیٰ رضا! تجھ کو تکلیف بہت پہنچی مگر اب غم نہ کھا کہ صبح ہونے سے پیشتر تجھ کو قیدخانہ سے باہر کر دیا جاویگا۔ سو دیکھو صبح ابھی نہیں ہوئی ہے۔ وزیر نے کہا کہ حضرت جہاں آپ کی مرضی ہووے۔ وہاں تشریف لیجاویں۔ دیکھلو۔ وہ کتنا بادشاہ تھا۔ مگر خدا کے حکم کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اب سُنا ہے کہ سلطان روم اپنی سلطنت سے دست بردار ہونا چاہتا ہے۔ اُس کو بھی بہت سی بلائیں پیش آگئی ہیں۔ کہ وہ بادشاہت سے بیزار ہے۔ ڈگلس کے مقدمہ میں میرے ساتھ کتنی سازشیں ہوئیں۔ ہم کافروں کے حلقہ میں تھے۔ نرے کافر ہی نہیں۔ بلکہ محمد حسین جو مسلمان کہلاتا ہے۔ وہ بھی میرے مخالف گواہی دینے گیا۔ اور ایک ہندو نے بھی بلا اجرت لینے کے وکالت کی۔ اور مجھے کہا کہ میں نے ایک پیسہ نہیں لیا۔ لیکن (ڈگلس) ایسا انگریز تھا کہ کوئی اس سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ جب امرتسر میں مقدمہ ہوا۔ تو میرے نام وارنٹ جاری کیا گیا تھا۔ اور حکم تھا کہ مجھکو گرفتار کر کے چالیس ہزار روپیہ کی ضمانت کے ساتھ لیجاویں۔ پیچھے سے مجسٹریٹ کو کسی نے سمجھایا۔ کہ وارنٹ جاری نہ کیجئے۔ مگر خدا کی قدرت کہ وارنٹ اُسی جگہ کتاب میں رہ گیا اور خالی لفافہ یہاں بھیجدیا۔

پھر اُس نے تار کے ذریعہ سے وارنٹ منسوخ بھی کرایا۔ اور میرے پاس آدھی رات کے وقت ایک آدمی آیا۔ اُس کے پاس یہ حکم تھا کہ بڑی عزت کے ساتھ اُس کو لاؤ۔ اور ہمارے پاس پہنچاؤ۔ لوگ چاہتے تھے اور پادری کلارک بھی چاہتا تھا۔ کہ ہمیں ہتھکڑی لگ کر جاویں۔ پھر جب ہم بٹالہ گئے۔ تو ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ اُن کو ہتھکڑی لگا کر لاتے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آؤ میں تم کو دکھلاؤں۔ وہ دیکھو۔ فلاں جگہ کرسی پر کون بیٹھا ہے تب وہ کہنے والا شرمندہ ہو گیا۔ اور ہماری یہاں تک عزت ہوئی کہ جناب ڈگلس صاحب بہادر نے نماز کے واسطے بڑی خوشی سے اجازت دی اور کلارک نے حاکم سے کہا کہ آپ کو خبر نہیں کہ یہ شخص کہتا ہے۔ کہ میرے چار فرشتے تمہارے بازوؤں پر دبائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہ سُن کر ہنس پڑا اور بڑی عزت سے مجھ کو بری کیا۔ ایک راجہ کے ساتھ اسی قسم کا مقدمہ ہوا تھا۔ وہ راجہ پھانسی دیا گیا۔ اور کئی ایسے مقدمے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ لوگ بری نہیں ہو سکتے۔ سو یہ آسمانی بادشاہت کا اثر ہے۔ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ بادشاہت کیا عمدہ چیز ہے۔ مگر یہ زمینی بادشاہت آسمانی بادشاہت کے آگے ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح ہوتی ہے۔ فقط

(۲۰ جولائی ۱۹۰۳ء بعد عصر)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت الحمدللہ اچھی ہے۔ مگر آپ کے گھر میں اس ہفتہ سخت تکلیف رہی اور ابھی تک تکلیف ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ شفا دے۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر طرح تندرست ہیں۔ صاحبزادہ صاحب قادیان ہی میں مقیم ہیں

مدرسہ احمدیہ مدرسہ احمدیہ کی ترقی اور بہتری کے لئے صاحبزادہ صاحب جس محنت اور مستعدی سے کام لے رہے ہیں۔ اس نے دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے۔ یہ ہے ثبوت **دین کو دُنیا پر مقدم کرنیکا**۔ جب تک مدرسہ صاحبزادہ صاحب کے انتظام کے نیچے نہیں آیا ایک طرح پر کس مپرسی کی حالت میں تھا مدرسہ احمدیہ کی طرف حضرت امیرالمومنینؓ کو بھی خصوصاً توجہ ہے اور آپ ہی نے صاحبزادہ صاحب کو اس کی طرف توجہ کرنے کی تحریک کی تھی۔ مدرسہ میں طلباء کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور اس وقت اسّی سے متجاوز ہے۔ مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ ہوس میں طلباء کی مزید گنجائش نہیں رہی۔ انجمن کو بہت جلد اس ضرورت کی طرف توجہ کرنے کی حاجت ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے طلباء میں عربی زبان کا مذاق پیدا کرنے کے لئے طلباء کی ایک انجمن قائم کر دی ہے۔ جس میں طلباء عربی زبان میں تقریریں کرتے ہیں۔ اور یہ امر لازمی کر دیا ہے۔ کہ مدرسہ کے طالب علم آپس میں یا عربی دان لوگوں سے اگر کسی وقت بھی دوسری زبان میں کلام کریں گے۔ تو مستوجب سزا ہوں گے۔ راتوں کو اُٹھ کر آپ بورڈنگ کا اتفاقی معائنہ کرتے ہیں۔ اور طلباء کی حاضری اور غیرحاضری رخصت بیماری تک آپ کے نوٹس میں آتی ہے۔ آپکو مدرسہ کی بہتری اور بھلائی کا از بس خیال ہے آپ کے نیک ارادوں میں کامیابی عطا فرماوے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام مدرسہ کے سالانہ امتحان آج سے شروع ہیں۔ مدرسہ کی عمارت کی فکر ہو رہی ہے۔

گرلز سکول گرلز سکول کی حالت انتظامی کمزور شکل رکھتی ہے۔ اُستانی نہیں ہے۔ استانی کے لئے کہتے ہیں بہت کوشش کی گئی نہیں ملی۔ میں نے سکرٹری صاحب کو توجہ دلائی تھی کہ وہ بھی کسی الگ انتظام کے نیچے کر دیں کیونکہ تقسیم محنت کام عمدہ ہوتا ہے مگر وہ اپنے مصالح انتظامی کو سمجھتے ہیں اور اس میں مزید تبدیلی کو جائز نہیں سمجھتے۔ حضرت فرقہ نسوان کے بہت بڑے حامی ہیں۔ اور تعلیم کی طرف آپ کو جو توجہ ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے پہلا درس جو اُٹھ کر ہر روز آپ دیتے ہیں۔ وہ لڑ[کیوں کو ہے] ہمارے بزرگ اگر اس مدرسۃ البنات کی طرف توجہ فرماویں [تو اُن] کی بڑی ہی مہربانی ہوگی۔ قادیان میں بعض بی بیاں [تعلیم یافتہ] ہوئی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مدرسہ کو آنریری طور پر [یا] معاوضہ لیکر اپنی خدمات دیدیں۔ تو یہ ایثار بہترین نتائج دلا سکتا ہے۔ نری تجویزوں اور اخبارات میں مضمون سے کچھ نہیں بنتا۔ کام کے لئے آگے بڑھو۔ اور اس کی تعلیم اور تربیت کے لئے اپنے قیمتی وقت کو نثار کرو قادیان کی اُن بی بیوں میں سے جو خدا کے فضل سے تعلیم یافتہ [ہیں] کوئی اس خدمت کے لئے قدم بڑھا سکتی ہے۔ حضرت خا[ن صاحب] بھی للہ مدرسۃ البنات کی طرف توجہ فرماویں اور اس فرقہ پر رحم فرما کر ان معصوم بچیوں کی تعلیم اور تربیت بھی اگر حضرت صاحبزادہ صاحب کو انتظام کے لئے تحریک [کریں] تو کیا عجب ان پاک وجودوں کی دعائیں آنے والی نسل [کی ماں] بننے والی لڑکیوں کے حق میں بارور ہوں۔

۳۔ نواب صاحب قبلہ آج مع الخیر قادیان تشریف فرما [ہوئے] اہلاً و سہلاً و مرحباً۔

۴۔ عالی جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور [کی] جدید سکیم متعلق نوٹی فائڈ ایریا کے موافق ذبح خانہ اور دھرت اور کوڑے کے ٹھیکے نیلام ہو چکے ہیں۔ [ا]ب رات کی آمدنی ہوس ٹیکس کے قریباً برابر ہو گئی ہے [اب] الگ تشخیص ہوگا۔ اب چونکہ کمیٹی کی آمدنی میں کوئی اضافہ [ہوا] ہے کیونکہ چوکیداروں کی تنخواہ ایک دوسری مد میں جا[تی] ہے۔ اور نالیاں بھی قریباً بن چکی ہیں۔ ان کی مرمت پر بہت خرچ ہوا کریگا اس لئے امید کرنی چاہئے کہ روشنی کے انتظام کی طرف توجہ ہوگی۔ بعض اور اصلاحیں بھی کمیٹی کے انتظام کے متعلق میں پیش کرنے والا ہوں۔ اور یہ اصلاحیں میری ذاتی رائے اور تجویز نہیں۔ بلکہ باشندگان قادیان کی اصلی رائے ہوگی جس طرح پر جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی کمال مہربانی سے الحکم کی

...وران پر توجہ فرمائیں گے۔
... صاحب تحصیلدار بٹالہ تبدیل ہوگئے۔ ان کی جگہ ... صاحب تشریف لائے ہیں۔ پنڈت کرتا کشن صاحب ...داس پور اور خاص بٹالہ میں رہ چکے ہیں۔ پنڈت ... نیک متین اور سلامت رو عہدہ دار ہیں۔ اپنے ...شہ دیانت اور امانت کے ساتھ ادا کرنے میں مشہور ...ہیں بلا خوف تردید یہ کہنے کو تیار ہوں کہ وہ جہاں کہیں ...ہندو مسلمان کا سوال پیدا نہیں ہوا۔ بہرحال آنے والے ...ب سے ہم خدا کے فضل سے متوقع ہیں۔ کہ وہ اپنی ...عہدے کے فرائض کو ایسے طور پر ادا کرنے کی کوشش ...رعایا اُن کے عہد کو یاد رکھے۔ ملک صاحب جتنا ...ہے۔ اُنہوں نے رعایا کی ہمدردی کو اپنے ساتھ ...سلیم طبیعت اور مستعدی اور خوش اخلاقی کے معترف ہیں۔ بٹالہ والوں نے ملک صاحب کو الوداعی ... ہم ملک صاحب کو خدا حافظ اور پنڈت کرتا کشن کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

زمیندار × وطن

خاکساریم و سخن از رہ غربت گوئیم
یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے مارا

...س سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ زمیندار اور وطن میں جو مخالفت کی آگ ...رکتے بعض ہوا خواہانِ ملت کی کوشش اور ہمدردی سے دبا دی ... یکبار بھڑک اٹھی اور یہ ثابت ہوگیا کہ آگ فی الحقیقت بجھائی نہیں گئی ...دبا دینے سے اور وہ پھوڑا جو ایک عرصہ سے اندر ہی اندر پکتا تھا ...نا کر بہ نکلا۔ ایڈیٹر وطن نے زمیندار کے ذاتی حملوں اور اسکی ...ل پر (جو وطن کے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہیں) قلم اٹھانے ... سمجھدار اور اہل اثر احباب اور اپنے معاصرین کے پاس بغرض استصواب ...جو میرے پاس بھی پہنچی ہے۔ اختلاف عقائد کے لحاظ سے زمیندار ...نزدیک دونوں برابر ہیں۔ اور زمیندار نے نقاش کی صورت ...اور خطرناک گالیاں ہمارے سید و مولیٰ امام علیہ السلام کو ...سن نے نہایت شوق اور مزے لیکر شائع کی تھیں وطن ...جانتا تھا کہ جس شخص کے اندر یہ گند بھرا ہوا ہو وہ کبھی قوم اور ...لیڈر نہیں ہو سکتا۔ وطن نے ان گالیوں کو شائع کیا اور دونوں نے ...ادا اہانت کے ماتحت پھیلا دیا۔ یہاں تک تو میں نے اپنے ...سے ایک امر کو ظاہر کیا ہے۔ مگر اختلاف مذہبی یا اختلاف رائے ...سلی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ہم امر حق کے اظہار سے رکیں ...مجید کی یہ تعلیم ہے لا یجرمنکم شنئان قوم ان لا تعدلوا ...میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ اس آیت پر عمل کیا ہے وطن ...حمایت اسلام کی مخالفت کی تو باوجودیکہ انجمن حمایت اسلام کے ممبر ہمارے سلسلہ کے سخت مخالف تھے۔ مگر میری نظر میں انجمن ...لام کا کام اور اُس کے پرانے ممبروں کی جانفشانیاں ...علاوہ اب بھی میں انہیں قابل قدر جانتا ہوں جن نے اخبار ...مخالفت پر ... افسوس کیا۔ مجھے یہ بات بھول نہیں گئی

کہ بعض مسلمان لیڈروں اور بعض ذی اثر معاصرین نے مجھے ہر طرح سے چاہا کہ میں انجمن کی تائید میں قلم نہ اُٹھاؤں بلکہ میرے بعض دوستوں نے حضرت مسیح موعودؑ میں ہوکر میرے بھائیوں نے میرا منہ بند کرنے کے لئے ہر طرح کوشش کی۔ مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ دہلی کے بعض اسلامی معاملات میں تنازع شروع ہوا۔ تو ایڈیٹر الحکم نے ان میں وہی پہلو لیا جو اس کے نزدیک حق تھا۔ وطن نے بعض عیسائی کتابوں کی فروخت شروع کی تو میں نے بلاخوف لومۃ لائم اس کی مخالفت کی اور خطرناک مخالفت کی اور میں خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ ایڈیٹر وطن نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔ اب مجھے یہ ناگوار فرض ادا کرنا پڑا ہے۔ زمیندار اور وطن کی جنگ جہاں تک میرا قیاس ہے ہرگز ہرگز اخلاص پر مبنی نہیں۔ اور نہ وہ

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا

کی مصداق ہے بلکہ یہ جنگ نہایت بیہودہ اور زمیندار ہی کے الفاظ میں سوقیانہ اور عامیانہ جنگ کا نمونہ ہے۔ میں نے مسلم پریس ایسوسی ایشن کی تحریک کی مگر جب زمیندار نے اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو ہم نے فوراً ان کے ساتھ ہو جانا غنیمت سمجھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ محض ایک چال تھی چال ہو یا کچھ۔ اگر ایسوسی ایشن کے ذریعہ مسلم پریس کو کچھ فائدہ پہنچتا تو اس کو نہایت مفید قرار دیا جاتا۔ مگر اس کا حشر جوتیوں کے چیلنج پر ہو گیا۔ افسوس! ایڈیٹر وطن نے جو قومی خدمت کی ہے۔ خواہ وہ کسی غرض اور مقصد کو مدنظر رکھکر کی ہو۔ (کیونکہ نیات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور ہم میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی کی نیت پر حملہ کریں) اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ قابل قدر ضرور ہے۔ اسلامی دنیا کے متعلق جو معلومات وطن نے مسلمانوں کے لئے بہم پہنچائے ہیں وہ ایک قابل قدر اضافہ ہماری تصنیفات میں ہوا ہے۔ اور یہ کہنا میری دانست میں بے محل نہیں کہ وطن کے ایڈیٹر ہی نے مسلمانوں میں قومی اخبار بینی کا مذاق پیدا کیا ہے ورنہ اس سے پہلے جسقدر اخبارات جاری تھے (وکیل کو میں وطن ہی کی ذیل میں داخل کرتا ہوں کیونکہ ابتدائی نشوونما وکیل کا ایڈیٹر وطن کے ہاتھوں ہوا) وہ اپنی کوئی مستقل پالیسی نہ رکھتے تھے۔ مگر وطن کے اجرا نے مسلمانوں کو قومی معاملات سے آگاہ کیا اور ان پر رائے زنی اور تنقید کا اسلوب پیش کیا اور دنیا کے مسلمانوں کے نیک و بد میں شریک ہونے کی اسلامی ہند میں عادت ڈالی حجاز ریلوے فنڈ کے ذریعہ جو خدمت اس نے کی ہے وہ ایسی نہیں کہ مسلمان اسے فراموش کر دیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ وطن نے جو تحریک کی اس میں اپنی جیب سے روپیہ دیا ہے صرف دوسروں ہی کی جیبوں کو نہیں ٹٹولا۔ اور اب تعلیمی وظائف فنڈ کے ذریعہ جو کام ہو رہا ہے۔ وہ نہایت مفید اور ضروری ہے۔ ایسی حالت میں ایڈیٹر وطن کی ان خدمات کو زیر نظر رکھتے ہوئے ایڈیٹر زمیندار نے جو ذاتی حملے اس پر شروع کئے ہیں۔ وہ قابل نفرین اور افسوس ہیں۔ اور مسلمانوں کے اخباری مذاق کو بگاڑنے والے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے فہیم طبقہ اور اہل اثر گروہ کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنی قومی رائے کے ماتحت اس طریق کو بند کرا دیں۔

زمیندار نے بالمقابل جو خدمت قوم کی کی ہے وہ عیاں ہے۔ اس نے قوم میں بیجا جوش پیدا کرنا چاہا ہے جو کچھ شک نہیں بظاہر بیداری کی علامت کہا جا سکتا ہے۔ مگر پھر اس بگڑے ہوئے مذاق اور اُٹھتے ہوئے جوش کی اصلاح اُن لوگوں کے لئے مشکل ہوگی جو اصلاح کے خواہشمند ہیں اور یہ طریق کسی صورت میں بھی مفید اور مؤثر نہیں اور اصل بات جو میں دیکھتا ہوں وہ وطن اور زمیندار کی جنگ نہیں بلکہ پس پردہ کچھ اور لوگ ہیں جو آنریبل میاں محمد شفیع بالقابہ وغیرہ کے مخالف ہیں اور انہوں نے زمیندار کو اپنا آرگن بنا لیا ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ جب انجمن حمایت اسلام کے خلاف میاں محمد شفیع صاحب کے ساتھ والے برسر پیکار تھے اور وطن ان کا آرگن تھا تو وہ لوگ جو آج میاں محمد شفیع کی مخالفت کر رہے ہیں اور خود چٹھیاں لکھ کر دوسروں کے نام سے چھپواتے ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کو گردن زدنی قرار دیتے تھے کہ وہ کیوں میاں محمد شفیع کی پارٹی میں شامل نہیں ہو جاتا۔ مگر مجھے نہ اُس وقت آنریبل میاں محمد شفیع سے کوئی عداوت تھی نہ آج ان کے دشمنوں سے عداوت ہے۔ اُس وقت اگر میں نے کوئی رائے دی تو محض للہ اور اگر آج کچھ کہتا ہوں۔ تو خدا کے لئے۔ وطن کے ساتھ تو الحکم کا تبادلہ تک انہیں ایام سے بند ہے جبکہ الحکم نے اُس کی مخالفت کی تھی اور میاں محمد شفیع کی پارٹی نہ کبھی الحکم کی چندہ دار اور خریدار تھی اور نہ آج وہ اس کے معاون ہیں میں اس خداداد نعمت کا شکر ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ میں نے خوشامد سے اخبار دینا ہمیشہ شرک کا شائبہ سمجھا ہے یہاں تک کہ میرے بعض دوست ناراض ہوئے۔ اور انہوں نے روپہری اور سنہری تدبیروں سے الحکم کی رائے کو خریدنا چاہا تو میں نے شکرگزاری کے ساتھ عرض کر دیا۔ کہ میں "ضمیر فروش" نہیں بننا چاہتا۔ غرض زمیندار اور وطن کی مخالفت اصل کسی اصول پر مبنی نہیں بلکہ اس کی تہ میں بعض خاص لوگوں کی مخالفت کا راز کام کرتا ہے اور یہ نہایت شرمناک امر ہے۔ اختلاف رائے ہو اور بے شک ہو مگر ذاتیات پر عامیانہ حملے کرنا نہایت نامناسب اور بیہودہ بات ہے۔ وطن اگر محض اس خیال سے کہ اس کی عزت اور آبرو پر حملے ہوتے ہیں خاموش رہیگا۔ تو میں اسے قومی اڈیٹر سمجھونگا۔ ہاں اسے صرف زمیندار کے اُن حصوں کا جواب دینا چاہئے جو کسی ایک یا دوسرے پہلو سے قوم کے لئے مضر اور نقصان رساں ہیں۔ اور ان امور کو قطعاً چھوڑ دینا چاہئے۔ جو غیر متعلق ہیں اور اس امر کی ہرگز پرواہ نہ کی جاوے کہ دوسرے لوگ انہیں کیا کہیں گے۔ اگر وہ اخلاص سے خدمت قوم کرنا چاہتے ہیں تو جو امر قوم کے لئے مفید سمجھیں اسے پیش کر دیں۔ اور زید و بکر کا خیال نہ کریں اور اگر انہیں گالیوں کا خوف ہے تو پھر اس بزدلی سے بہتر ہے کہ آئندہ ہمیشہ کے لئے قلم رکھ دیں۔ خدمت قوم میں جو گالیاں انہیں ملیں گی۔ قوم خود اس پر غور کرے گی اور عملی رنگ اس کا بہترین جواب ہوگا۔ ایسا ہی میں مسٹر ظفر علی خان صاحب کو یہ مشورہ دیتا ہوں۔ کہ وہ اگر ایڈیٹر وطن سے ذاتی بغض رکھتے ہیں۔ تو اس کے لئے اخبار کو ذریعہ قرار نہ دیں۔ اور اگر انہیں کسی معاملہ میں اختلاف رائے ہے اور وطن کے کسی فعل کو وہ قوم کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ تو معقولیت اور متانت سے اس پر رائے زنی کریں۔ ان کی ذاتیات کو درمیان نہ لائیں۔ ان کے لئے یہی بہتر ہوگا۔ اور سب سے بہتر اور مناسب تو یہ ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا الآیۃ

حبل اللہ کو مضبوط پکڑو۔ تفرقہ نہ کرو۔ ورنہ تمہاری ہوا بگڑ جاوے گی۔ اور سب سے آخر میں ان لوگوں کو نصیحتاً للدین مشورہ دیتا ہوں۔ جو اس جنگ کے حقیقی بانی ہیں کہ وہ خدا کے لئے ذاتی اغراض کو قربان کر دیں۔ اور اپنے اختلافوں کی رو میں قوم کو جلنے سے بچائیں۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے!

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ
تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے۔
اور اعتقادی قوتوں کا نشو و نما اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی
قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے
اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی
خصوصیت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے
یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔
عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)
کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعودؑ مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظ
سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپ نے ابتک نہیں پڑھا۔ اگر نہیں تو ضرور پڑھیں۔ اس میں نور۔ ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ......... ایک روپیہ عہ

نوٹ

آٹھ پارے تیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خرید ار سے مبلغ آٹھ روپے ہیئے محصول ڈاک
دفتر الحکم قادیان دار الامان ضلع گورداسپور سے طلب کرو۔